احساس

مائل خیرآبادی

نیو کریسنٹ پبلشنگ کمپنی

۲۰۳۵/قاسم جان اسٹریٹ، بلی ماران، دہلی ۶

خوب!

جب میرا دماغ درست ہوا تو کہتے ہیں خراب ہوگیا۔

میں پریشان تھا۔ میرے ذہن میں انتشار تھا۔ کچھ اچھا نہ لگتا۔ بے ارادہ اس مجلس میں چلا گیا۔ ایک مولانا صاحب وعظ فرما رہے تھے۔ مجھے یہ تو نہیں معلوم کہ ان کی تقریر کا موضوع کیا تھا۔ جس وقت میں پہنچا، اس وقت مثال کے طور پر ایک واقعے پر روشنی ڈال رہے تھے۔ میں نے سنا۔

''جنگ بڑے زوروں پر تھی۔ گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی۔ لشکرِ اسلام بڑھ بڑھ کر حملے کر رہا تھا۔ لیکن عیسائیوں کے بہادر سپاہی آہنی دیوار بن کر سامنے کھڑے تھے۔ ان کے جوش و خروش کا یہ عالم تھا کہ ایک طرف سے عورتیں انھیں جوش دلا رہی تھیں۔ دوسری طرف ان کے بچے بھی جھوم جھوم کر قومی ترانہ گا رہے تھے۔ وہ پکار پکار کر کہہ رہے تھے۔ اگر مسلمانوں نے میدان جیت لیا تو ہم سب لونڈی غلام بنا لئے جائیں گے۔''

''عیسائی بہادر عورتوں اور بچوں کی چیخ سنتے تو ان پر بے خودی چھا جاتی۔ وہ سب مرنے اور مارنے پر تُل گئے تھے۔ عالم یہ تھا کہ ایک شور برپا تھا۔ تلواروں کی جھنکاریں، نیزوں کی کڑک نعرۂ تکبیر اور نعرۂ تثلیث بلند ہو رہا تھا۔ ساتھ ہی سر، پیر، ہاتھ کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔ زخمیوں سے میدان پٹا جا رہا تھا۔ لیکن فتح و شکست

کے آثار دور تک نظر نہ آتے تھے۔ اچانک ایک آواز بلند ہوئی:

''مسلمانو! میں نے عیسائی سپہ سالار کو مار گرایا۔ یہ دیکھو اس کا گھوڑا، میں اس پر کھڑا ہوں۔ ساتھ ہی ایک طرف سے تیر آیا اور اس بہادر مسلمان کے حلقوم میں پیوست ہو گیا۔ وہ گھوڑے سے گرا، لیکن دوسرے مجاہد نے گھوڑے پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد وہ گھمسان کا رن پڑا کہ خدا کی پناہ۔ عیسائیوں کا سپہ سالار مارا جا چکا تھا۔ بے افسر فوج کتنی دیر لڑتی۔ آخر بھاگ کھڑی ہوئی۔ سامنے کی آہنی دیوار ٹوٹی۔ مسلمانوں نے کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ اسی حالت میں کچھ عیسائی بچے ان کی تلواروں کی زد میں آ گئے۔ ''نعرۂ تکبیر'' میں نے مڑ کر دیکھا۔ ایک شخص نے پکارا اور اس کے جواب میں ''اللہ اکبر'' کا شور بلند ہوا۔ اس شور میں مولانا صاحب کی آواز دب گئی۔ وہ خاموش ہو گئے۔ شور کم ہوا تو فرمایا:

''مسلمانو! تم نے پورا واقعہ نہیں سنا۔ اگر تم پوری بات سن لیتے تو درود پڑھتے۔ میرے اس واقعے کے بیان کرنے کا نقطۂ عروج یہ ہے کہ جب اس جنگ کی رپورٹ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچی تو......۔''

مولانا صاحب ''تو'' کہہ کر رکے۔ پھر ایک سوال کر دیا۔ ''مسلمانو! کیا خیال ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکرِ اسلام کو فتح کی مبارکباد دی ہو گی۔ شاباشی دی ہو گی؟''

''نہیں۔'' مولانا جذبات میں بھر گئے۔ انھوں نے فرمایا۔ ''نہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے معافی مانگنے لگے۔ ''پروردگار! میں نے عورتوں اور بچوں کو قتل

کرنے سے منع کیا تھا۔ اے اللہ! میں اس جرم سے بَری ہوں۔" آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اور آپؐ یہی الفاظ بار بار دہرارہے تھے:

"مسلمانو! مجاہدین نے حضورؐ کی یہ کیفیت دیکھی تو اپنے کو لعنت ملامت کرنے لگے۔ کاش! ہم اس جنگ میں شریک نہ ہوئے ہوتے!"

حضرت ابوبکرؓ نہایت سنجیدہ بزرگ اور رازدارِ رسولؐ تھے۔ یہ منظر ان سے بھی نہ دیکھا گیا، وہ آگے بڑھے۔ عرض کیا: "یارسول اللہ! مسلمان مجاہدین کو دیکھئے!"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکرِ اسلام کی طرف دیکھا۔ چشمِ مبارک سرخ تھی۔ فرمایا: "مشرکین کے بچے تم سے اچھے ہیں۔"

مولانا کی زبان سے یہ سنا تو میرا دل دھڑکا۔ میرے منہ سے "ہائے" نکلی اور میں بیہوش ہوگیا۔ پھر جب میں ہوش میں آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اپنے گھر چارپائی پر لیٹا ہوں۔ ڈاکٹر کہہ رہا تھا۔ "کوئی خطرے کی بات نہیں، اچانک دل پر اثر ہوا ہے۔"

ڈاکٹر یہ کہہ کر چلا گیا۔ میرے گھر والوں نے مجھ سے پوچھا۔ "کیا ہوا تھا؟" میں نے "کچھ نہیں" کہہ کر ٹال دیا، اٹھا اور ٹہلتا ہوا باہر نکل گیا۔

بلوے میں گجودھر میرے ساتھ رہتا تھا۔ ہم دونوں اس موقع پر قتل بھی کرتے، آگ بھی لگاتے اور لوٹ مار بھی۔ اس کے بعد آدھا آدھا بانٹ لیتے۔ میرے دل پر ایک بوجھ تھا جو میرے دل کو دبائے دے رہا تھا۔ میں سیدھا گجودھر کے گھر پہنچا۔ وہ ملا۔ میں نے کہا۔ "یار! طبیعت بوجھل ہو رہی ہے۔"

"تو چلو!" اس نے کہا اور ساتھ ہولیا۔ بھٹّی پر پہنچا خود بھی چڑھایا۔ مجھے بھی